مولانا محمد تقی عثمانی

نفاذِ شریعت بل .... چند غور طلب مسائل

قومی اسمبلی میں حکومت نے آئین میں پندرھویں ترمیم کا بل پیش کیا جس کا مقصد یہ بتایا گیا ہے کہ ملک میں ''قرآن و سنت'' کو بالاترین قانون ''سپریم لاء'' کی حیثیت سے نافذ کیا جائے۔ ہماری شامت اعمال کا ایک حصہ یہ ہے کہ بسا اوقات ملک کے اہم ترین سنجیدہ مسائل حزب اقتدار اور حزب اختلاف کی سیاسی کشمکش میں جذباتی نعروں کی نذر ہو جاتے ہیں۔ ایک گروہ کسی بل کی حمایت میں اسے سراپا خیر ثابت کرنے کی فکر میں رہتا ہے اور دوسرا گروہ اسے سراپا سیاہ قرار دے کر اس کی مکمل مخالفت پر تل جاتا ہے اور اس قسم کے اہم اور سنجیدہ مسائل جو غیر جانبداری سے معروضی سوچ کے متقاضی ہوتے ہیں ان کا فیصلہ ایسے جذباتی نعروں کی بنیاد پر ہوتا ہے جن کی گونج میں حقائق کا گلا گھٹ کر رہ جاتا ہے۔ کچھ اسی قسم کی فضاء اس وقت پندرھویں ترمیم کے مجوزہ بل کے بارے میں بنی ہوئی ہے کہ اس کے بارے میں دو متحارب کیمپ دو انتہا پسندانہ نقطہ نظر پیش کر رہے ہیں اور اس پر علمی اور معروضی انداز میں تبصرہ نہیں ہو رہا۔

واقعہ یہ ہے کہ نہ صرف قانون بلکہ حکومت کی تمام پالیسیوں میں قرآن و سنت کی تعلیمات کو بالادست قرار دینا پاکستان کے مقصد وجود کا تقاضا ہے اور اس تقاضے پر عمل نہ کر کے ہم نے اپنی نصف صدی کی تاریخ میں ناقابل تلافی نقصان اٹھائے ہیں۔ لہذا جہاں تک ملک میں قرآن و سنت کو بالاترین قانون کی حیثیت سے نافذ کرنے کا تعلق ہے یہ مقصد ظاہر ہے کہ نہایت مبارک ہے اور ہر اس شخص کو اس کی تائید و حمایت کرنی چاہیے جو ملک و ملت کی صلاح و فلاح اور اس میں اسلام کے غلبے کا خواہشمند ہے۔ یہ بھی ایک واضح بات ہے کہ قانون کے دائرے میں اسلام کی بالاتری کا نفاذ دستور ہی کے ذریعے ہو سکتا ہے۔

لہذا اس مقصد کے لئے دستور میں جو بھی ترمیم تجویز کی جائے اس پر پوری قوم کے دانشور حضرات کو اپنی سیاسی وابستگیوں سے بالاتر ہو کر غور کرنا چاہیے نہ اس ترمیم کو اس بناء پر یکسر مسترد کر دینا چاہیے کہ وہ جس حکومت کی طرف سے آئی ہے اس سے سیاسی اختلافات ہیں اور نہ اس بناء پر اسے حرف آخر قرار دے دینا چاہیے کہ یہ حزب اقتدار کی حمایت کا لازمی تقاضا ہے۔ ملک کا دستور نہ حزب اقتدار کی ملکیت ہے نہ حزب اختلاف کی۔ یہ پوری قوم کے لئے ہے اور اس کی اچھائی یا برائی کا اثر پورے ملک، پوری قوم بلکہ پورے عالم اسلام پر پڑے گا۔ لہذا اس پر ٹھنڈے دل سے افہام و تفہیم کی فضاء میں معروضی طور پر غور و فکر ہونا چاہیے۔

نفاذ شریعت کے حوالے سے بل کی سب سے اہم دفعہ وہ ہے جس میں کہا گیا ہے کہ ''قرآن کریم اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پاکستان کا بالاترین قانون ''سپریم لاء'' تسلیم کرنا، بلاشبہ قابل خیر

مقدم ہے لیکن سوال یہ ہے کہ دستور میں اس دفعہ کے لکھ دینے سے کیا عملی اثرات مرتب ہوں گے؟ اور عملی طور پر قرآن و سنت کی بالاترین کو کس طرح نافذ کیا جائے گا؟ اس کے بارے میں یہ دفعہ بالکل خاموش ہے۔ موجودہ شکل میں اس دفعہ کے نافذ ہوتے ہی بہت سے سوالات خود بخود کھڑے ہوں گے جن کا واضح جواب دیئے بغیر اس پر عمل ممکن نہیں۔ مثلاً پہلا سوال یہ ہے کہ کیا قرآن و سنت کو ملک کا سپریم لاء قرار دینے کے بعد رائج الوقت تمام قوانین خود بخود ختم ہو جائیں گے؟ اور ملک کی عدالتیں قرآن و سنت سے خود احکام مستنبط کر کے انہیں عام اسلامی قانون (Comman Islamic Law) کے طور پر نافذ کریں گی؟ بظاہر اس دفعہ کو مرتب کرنے والوں کے ذہن میں یہ صورت نہیں ہے۔

"بالاتر قانون" کا لفظ یہ ظاہر کر رہا ہے کہ دوسرے قوانین بھی موجود رہیں گے لیکن وہ قرآن و سنت کے "بالاتر قانون" کے تابع ہوں گے۔ اس کا منطقی نتیجہ یہ ہونا چاہیے کہ رائج الوقت قوانین میں سے جو قوانین قرآن و سنت سے متصادم ہوں گے وہ قابل عمل نہ ہوں گے بلکہ ان کی جگہ قرآن و سنت پر مبنی قانون واجب العمل ہو گا۔ یہ صورت بھی یقیناً خوش آئند ہے لیکن سوال یہ ہے کہ اس پر عمل کا کیا طریقہ ہو گا؟ یہ فیصلہ کون کرے گا کہ کون سا رائج الوقت قانون قرآن و سنت سے متصادم ہے کیا ملک کی ہر عدالت خواہ وہ مجسٹریٹ یا سول جج یا سیشن جج کی سطح کی ہو اس بات کی مجاز ہو گی کہ وہ کسی بھی قانون کے بارے میں یہ فیصلہ دیدے کہ یہ قانون قرآن و سنت سے متصادم ہونے کی بناء پر قابل عمل نہیں ہے۔

لہٰذا وہ اپنے عدالتی فیصلوں کی بنیاد پر اسے پرکھنے کے بجائے اس "عام اسلامی قانون" پر رکھے گی جو اس کی فہم کے مطابق قرآن و سنت سے مستنبط ہے؟ اگر چھوٹی سے چھوٹی عدالت کو یہ اختیار دینا مقصود ہے تو کیا موجودہ عدالتوں کی تعلیم و تربیت اس طرح ہوئی ہے کہ وہ درست طور پر ایسے فیصلے کر سکیں؟ اگر مقصد یہ نہیں ہے بلکہ مقصد یہ ہے کہ صرف ہائیکورٹ اور سپریم کورٹ کی سطح کی عدالتوں کو یہ فیصلہ کرنے کا اختیار ہو گا تو اوّل تو دستور میں اس کی صراحت ہونی چاہیے۔

دوسرے اس صورت میں وفاقی شرعی عدالت اور سپریم کورٹ کی شریعت اپیلٹ بنچ کا مصرف کیا رہ جائے گا؟ یہ حالات موجودہ دستور پاکستان میں کسی قانون کو قرآن و سنت سے متصادم ہونے کی بناء پر منسوخ کرنے کا اختیار صرف وفاقی شرعی عدالت اور سپریم کورٹ کی شریعت اپیلٹ بنچ کو حاصل ہے۔ جس کے لئے دستور میں ایک پورا باب (۳- اے) موجود ہے اگر موجودہ پندرہویں ترمیم کے بعد بھی یہ اختیار صرف انہی عدالتوں کو حاصل رہتا ہے تو اس ترمیم سے نیا فائدہ کیا حاصل ہو گا؟ اور اگر اس ترمیم کا مقصد یہ ہے کہ یہ اختیار تمام اعلیٰ عدالتوں کو دیدیا جائے تو پھر وفاقی شرعی عدالت اور سپریم کورٹ کی شریعت اپیلٹ بنچ کی علیحدہ موجودگی کا کیا جواز ہے؟

مجوزہ پندرہویں ترمیم کے نفاذ کے بعد یہ بنیادی سوالات بدیہی طور پر پیدا ہوں گے اور جب تک ان کا واضح جواب خود دستور میں موجود نہ ہو اس سے عدالتی سطح پر شدید ابہام پیدا ہو گا عرصہ دراز تک عدالتیں

اس دفعہ کی تشریح و تعبیر میں حیران و سرگرداں رہیں گی اور از سر نو ایک خواب پریشان کا سماں پیدا ہو جائے گا۔

دستور کی آٹھویں ترمیم کے ذریعہ ۲۔ اے کا اضافہ کر کے قرارداد مقاصد کو دستور کا حصہ بنایا گیا تھا اس کا مقصد بھی یہی بیان ہوا تھا کہ قرارداد مقاصد میں جن اسلامی اقدار کا اعتراف ہے انہیں بالاتر حیثیت دی جائے لیکن چونکہ اس کا کوئی طریق کار متعین نہیں کیا گیا تھا اس لئے اعلیٰ عدالتیں سالہا سال اس دفعہ کی تشریح و تعبیر میں الجھی ہیں اور ابھی تک یہ سلسلہ جاری ہے لیکن مذکورہ مقصد حاصل نہیں ہو سکا۔

اگر "سپریم لاء" والی مجوزہ ترمیم بھی دفعہ ۲۔ بی کی شکل میں اسی ابہام کے ساتھ نافذ کر دی گئی تو اس کا نتیجہ بھی بظاہر ۲۔ اے کے نتیجے سے مختلف نظر نہیں آتا۔ لہٰذا اگر واقعتاً مقصد یہ ہے کہ قرآن و سنت کو "بالاترین قانون" کی حیثیت سے نافذ کیا جائے تو اس کا لگا بندھا طریق کار سوچ سمجھ کر طے کرنا ضروری ہے۔ یہ طریقہ اسی دفعہ کے ساتھ منضبط کر کے ان سوالات کا واضح جواب دینا ہوگا جو اوپر ذکر کئے گئے ہیں ورنہ ایک بار پھر قوم کی توقعات کو آسمان تک پہنچا کر انہیں ناامیدی کی دلدل میں دھکیلنے سے جو نقصانات ہوں گے ان کا تصور کیا جا سکتا ہے۔

بقیہ از صفحہ ۴۸

تھی تو یہ المیہ صرف ایک فرد یا ایک ذات کا نہیں ہے۔ یہ ایک شخص یا ایک بچہ یا ایک خاتون نہ صرف انسان تھے۔ بلکہ مسلمان بھی تھے جن کی خدمت بہ حیثیت انسان اور بہ حیثیت مسلمان ہم پر فرض تھی۔

لمحہ فکر:۔ کیا ایسی صورت میں ہم سے جواب طلب نہیں کیا جائیگا؟ اور اگر جواب طلب کر لیا گیا تو ہم کیا جواب دیں گے؟ اس کی تیاری اور فکر کی ضرورت ہے؟

ہمارا فرض:۔ انسانی خدمات اور سماجی بہبود کے مسائل لاانتہا ہیں۔ یہ پیدا ہوتے رہیں گے اور ان کے حل کے لئے کوشش بھی ہوتی رہے گی۔ اصل چیز یہ ہے کہ ہم اپنے فرض کی ادائیگی سے سبکدوش ہوئے یا نہیں۔

انسان کی پیدائش عبادت اور خدمت کے لئے کی گئی ہے۔ لیکن ہم صرف اپنی ذات کی خدمت میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ ہم نے نہ حقوق اللہ پر غور کیا اور نہ حقوق العباد کی ادائیگی پر توجہ دی یہ طریقہ زندگی انسانیت سے بعید اور اسلامی تعلیم کے خلاف ہے۔

قصہ مختصر:۔ اس مختصر مضمون میں اس عظیم موضوع کا حق ادا نہیں کیا جا سکتا۔ البتہ توجہ مبذول کرانا مقصود ہے۔ جو شاید ممکن ہو سکے۔ جو خدمت آپ سے ممکن ہو، اس کو پوری دلچسپی، توجہ اور صرف اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل اور ان کی رضا کے حصول کی نیت سے انجام دیں، نتیجہ کی فکر نہ کریں۔ خلوص نیت سے عمل کریں۔ انسان کا کام جدوجہد اور کوشش کرنا ہے۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہی میسر ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نیت پر اجر عطا فرماتا ہے۔ نیت صالح ہو تو ان شاء اللہ کامران و بامراد ہونگے۔ کسی اور کو فائدہ ہو یا نہ ہو آپ کا فائدہ یقینی ہے کہ آپ اپنے فرض کی ادائیگی کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق عطاء فرمائے۔ آمین